(1)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

چھوٹے نانا (نذیر حسین صدیقی تخلص "جنون")

حیدرآباد دکن کی خشک راتوں میں سے بھی وہ ایک رات
بہت ہی زیادہ خشک اور گرم رات تھی۔ مگر زمین پر نم
تھی۔ شام ہی سے پانی کا چھڑکاؤ کیا گیا تھا۔
چاروں طرف سے ٹھنڈک لانے کی ناکام کوشش کرنے والی
ہلکی ہلکی ہوائیں اپنے دامن میں چنبیلی اور رات کی رانی کی
سوندھی خوشبوئیں ہوئے آہستہ آہستہ
اُٹھ رہی تھیں۔ چوکور آنگن میں کھلے آسمان کے نیچے
دو طرف پلنگ لگے تھے۔ کونے پر داخل ہونے والے
دروازہ کے ساتھ چار سیدھے ہاتھ کی طرف جن کے
سامنے باورچی خانہ اور حمام اور اُن سے کچھ دور کونے
پر روزمرہ فراغت کا کمرہ یعنی باتھ روم تھا
سرہانے پر اندرونی مکان میں داخل ہونے والے دو طرفہ
عالی شان زینوں کے تلے صرف ایک بڑا پلنگ لگا
تھا۔ اُس کے مقابل دور کے کنارے پر آنگن کے پائینتی
طرف گرد تُن، گیندے اور گلاب کی خوشبودار
جھاڑیاں لگی تھیں اور کچھ کچھ اداس بیلیں اپنے وزن سے خود ہی
جھکی جا رہی تھیں ساری دنیا خاموشی کی آغوش میں گم ہوگئی تھی
ایسا لگتا تھا کہ نیند کی شراب سے سب مدہوش ہیں

سیدھے ہاتھ کے کونے پر آخر میں میرا پلنگ
تھا۔ میں اپنے خیالات کی دنیا میں کھو کے سوے
سونے کی کوشش کر رہا تھا۔ دور سے میرے کانوں
میں گنگنانے کی دبی دبی آواز کبھی کبھی
آجاتی تھی۔ اچانک مجھے زور کی کھانسی آئی
اور یہ سارا طلسم ٹوٹ گیا۔
اُسی کے ساتھ نانا کی سخت زوردار آواز آئی
"کون کھانسا" میری نیند بھاگ گئی اور
ڈرتے ڈرتے میں نے جواب دیا
"جی ہم کھانسے"
وہ اٹھے۔ "فوراً اٹھے اور سامنے آئے"
نانا کا حکم میرے کانوں میں بجلی کی طرح گونج گیا
میری نیند بجلی ہی کی طرح غائب ہو گئی اور بھاگ
کر میں انکے پلنگ کے سامنے کھڑا ہو گیا
دفعتاً "آپ کون ہیں" کا سوال مجھ پر نادر
ہوا۔ کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کس قسم کا سوال ہے
ڈرتے ڈرتے میں نے جواب دیا "میں جی میں
یوسف شعیب ہوں" "وہ تو مجھے معلوم ہے میرا
مطلب یہ ہے کہ آپ تامذہ (گرامر) میں کون ہیں"

مجھے اردو گرامر سے بہت نفرت تھی مگر اب خوف
کے مارے فوراً یاد آ گئی۔
" جس میں واحد متکلم ہوں " اور "ہم" کہا ہے
وہ بھی مجھے فوراً یاد آ گیا " جس "ہم" صیغہ جمع ہے "
" تو جناب اگر آپ کو یہ سب معلوم ہے تو آپ نے
اپنے لئے "ہم" کا لفظ کیوں استعمال کیا۔ اس کا
مطلب یہ ہے کہ آپ غرور سے کہہ رہے ہیں کہ
" جی ہم کھانا نہ سے۔ جائے آپ جو چاہتے
ہیں کریں " جان چھڑانے کی کوئی اور
شکل نظر نہیں آئی۔ میری زبان سے فوراً
نکلا " غلطی ہو گئی۔ معاف کر دیجئے "
اب نانا کی آواز بالکل بدل گئی۔ بڑی نرمی اور
محبت سے کہا " بیٹھو میاں بیٹھ جاؤ "
اس پُرلطف آواز کے ساتھ ہی میں نانا کے
پیروں کے قریب بیٹھ گیا۔
" دیکھو بیٹے اُردو ایک خوبصورت زبان

ہے۔ فارسی، ہندی، عربی، ترکی کے الفاظ سے
بنی ہوئی۔ بلکہ اس کی وسعت ایسی ہے کہ کبھی کبھی
فرانسیسی اور انگریزی کے الفاظ کو بھی اردو
اپنا لیتی ہے۔ مگر ہر لفظ کی اپنی جگہ، وقت اور
مقام ہوتا ہے۔ غالب کا شعر سنو

"ہم نے مانا کہ تغافل نہ کرو گے تم لیکن
خاک ہو جائیں گے ہم تم کو خبر ہونے تک"

اس میں آکر "ہم" کی بجائے "میں" کہیں تو سارا
مزا برباد ہو جاتا ہے اور "تم" کی بجائے
"تجھ" غیر معقول ہے۔"

اور سنئے

"یوں نزاکت سے سرمہ گراں ہے چشم یار کو
جس طرح رات بھاری ہو مردم بیمار کو

بہت خوبصورت شعر ہے
مگر "کو" کا لفظ غلط ہے "پر" ہونا چاہئے
دوبارہ پڑھئے

یوں نزاکت سے ہے سرمہ گراں چشم یار پر
جس طرح رات بھاری ہو مردم بیمار پر"

نانا نے پر پر کہہ کر ہر شعر کے لفظ پر زور ڈالا۔

نیند سے میری آنکھیں بھاری ہو رہی تھیں مگر نانا
کی پُر لطف اور عالمانہ باتیں میرے دل میں اتر رہی تھیں
کہنے لگے ایک دو مثالیں اور پیش کرتا ہوں
"کھا کھا کے اوس اور بھی سبزہ ہرا ہوا
تھا موتیوں سے دامن صحرا بھرا ہوا"
دیکھئے ورڈسورتھ کی بیانیہ "ڈسکرپٹو"
شاعری کی قسم کا شعر ہے مگر
"اینڈ دین مائی ہارٹ وِدھ پلیژر فِلس
اینڈ ڈانسز وِدھ دی ڈیفوڈلس"
کو تین زبانوں کی خوبصورتی کہاں میسر ہے۔
کھا اور اوس ہندی کے لفظ ہیں۔ فارسی میں
اوس کو شبنم کہتے ہیں۔ سبزہ فارسی کا لفظ
ہے ہندی میں ہریالی کہتے ہیں۔ خوبصورتی
مصرع کی مگر اوس اور سبزہ کی وجہ سے ہے
یہ "اِرریپلیسیبل" ہیں کرنا تا انگریزی لفظ
استعمال کیا۔ "اور" صحرا عربی کا لفظ ہے
اُسکی جگہ فارسی کا لفظ بیاباں استعمال کرنے
سے شعر کا قتل ہو جائے گا۔ اور "دامن" فارسی

کا لفظ ہے۔ دیکھئے کس خوبی سے ہندی، فارسی اور
عربی کے الفاظ کو جوڑا ہے۔ واہ واہ دامنِ صحرا
اور کھا کھا کے اوس۔ اب آپ یہ کبھی نہ سمجھیں
کہ کونسا لفظ اردو میں کس وقت اور کس جگہ استعمال
کرنا چاہیئے۔ اور یہاں جانے سے پہلے فارسی کا
ایک شعر سنتے جائیے جو آپ پر بھی لائق ہوتا ہے
مرزا غالب کو اپنی فارسی شاعری پر بڑا فخر تھا
اردو کے بارے میں کہتے تھے کہ "بیرنگ من است"
اس میں میرا رنگ نہیں۔ آج غالب کو انکی فارسی
شاعری کی وجہ سے کوئی نہیں جانتا مگر اردو
شاعری کی وجہ سے ان کا شمار دنیا کے مسلّم اور
ممتاز شاعروں میں ہے۔ نظیری کی مشہور غزل

کے جواب میں غالب نے ایک بہت اچھی غزل
لکھی تھی آخری شعر ہے

"جواب خواجہ ظہیری نوشتہ ام غالب
خطا نمودہ ام و چشم آفریں دارم"

"تو غلطی تو میں نے کی مگر شاباشی کی بھی تمنا رکھتا
ہوں"۔ تو آپ شاباشی کے مستحق ہیں اگر ان سب
اشعار کو سونے سے پہلے یاد کر لیں

اتنا کہہ کر چھوٹے نانا نے میرے سر پر شفقت
اور پیار سے ہاتھ رکھا اور کہا

"اب آپ جا کر سو جائیے کل انشاءاللہ اردو کے
اور سبق پڑھیں گے"

میں جلدی سے یہ شعر رٹتے ہوئے اپنے
پلنگ پر دراز ہو گیا۔ نانا کی گنگناتی ہوئی
آواز آہستہ آہستہ مدھم ہو گئی اور تھوڑی
دیر کے بعد میں خواب خرگوش میں غافل ہو گیا
مگر وہ شعر مجھے آج تک نہیں بھولے۔ نانا کا
گنگنانا بھی یاد ہے۔ یہ البتہ نہیں معلوم تھا کہ

گنگناتے ہوئے چھوٹے نانا اپنا دیوان ترتیب
کر رہے ہیں - اسکو معلوم کرنے میں ایک
طویل عرصہ لگا -

چھوٹے نانا کچھ غیر معمولی صلاحیتوں
کے مالک تھے - پہلی مرتبہ جب میں نے
انکو دیکھا تو وہ میرے بڑے نانا یعنی اپنے
بڑے بھائی سے ملنے آئے تھے

بڑے نانا اونچے پورے دراز قامت
لانبی سفید داڑھی رکھنے والے
انسان تھے - کشادہ پیشانی - شاندار
کندھے اور وسیع سینہ - اسکے ساتھ

گوری رنگت لمبے لمبے قد کے ساتھ ان کا
سخت لہجہ اور حلیہ نہ صرف شاندار بلکہ خوف
پیدا کرنے والا بھی تھا۔ اس کے برعکس
چھوٹے نانا، چھوٹے قد، گھنی داڑھی
گول مٹول، مختصر پیشانی کے ساتھ سانولی
رنگت کے انسان تھے مگر ان کے اندر سے
کچھ ایسی موسیقیدار آواز نکل رہی تھی جیسے کوئی
شہنائی بج رہی ہو۔ اور بلا بلا کر یہ کہہ رہی ہے کہ "آ کے
مجھے سنئے" ہم سب بچوں کے لئے وہ چھوٹے چھوٹے
چاکلیٹ لے کر آئے تھے۔ سب کا منہ میٹھا ہو گیا۔
میری امی نے انکو چچا جان کہہ کر مخاطب کیا
اور مجھ سے کہا "یہ تمھارے چھوٹے نانا ہیں۔ آج
سے ان کے آنے پر تم انکو جھک کر سلام کرو گے
اور بہت عزت دو گے"
ان کو اونچے لمبے بڑے نانا کے ساتھ کھڑے
دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ تو واقعی چھوٹے
ہیں۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ امی کی آواز گونجی
"عزت دو" اس کے ساتھ ہی ساتھ میں مسٹر چھوٹے نانا
کے پیٹ میں زور سے داخل ہونے کی کوشش کر...

گوری رنگت اور لمبے قد کے ساتھ ان کا سخت لہجہ اور حلیہ نہ صرف شاندار بلکہ خوف پیدا کرنے والا بھی تھا۔ اس کے برعکس چھوٹے نانا، چھوٹے قد، چگی ڈاڑھی گول مٹول، مختصر پیشانی کے ساتھ سانولی رنگت کے انسان تھے مگر اُن کے اندر سے کچھ ایسی موسیقیدار آواز نکل رہی تھی جیسے کوئی شہنائی بجتی ہو۔ اور بُلا بُلا کر یہ کہہ رہی ہے کہ "آئیے مجھے سنئے"

ہم سب بچوں کے لئے وہ چھوٹے چھوٹے چاکلیٹ لے کر آئے تھے۔ سب کا منہ میٹھا ہو گیا۔

میری امی نے اُنکو چچا جان کہہ کر مخاطب کیا اور مجھ سے کہا "یہ تمھارے چھوٹے نانا ہیں۔ آج سے اُن کے آنے پر تم اُنکو جھک کر سلام کرو گے اور بہت عزت دو گے"

اُن کو اونچے لمبے بڑے نانا کے ساتھ کھڑے دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال آیا کہ یہ تو واقعی چھوٹے ہیں۔ ابھی میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ امی کی آواز گونجی "عزت دو" اس کے ساتھ ہی ساتھ ہیڈ ماسٹر چھوٹے نانا کے پیٹ میں زور سے داخل ہونے کی کوشش کرنے لگا۔

اور عزت دینے کی حیدرآباد دکن کی عجیب وغریب
رسم میت میں منڈی (سر) ڈالنا پوری ہوگئی

بعد میں امی جان نے بتایا کہ بڑے نانا اور
چھوٹے نانا صرف دو بھائی ہیں۔ چھوٹے نانا بہت
قابل اور مالدار ہیں۔ انکے چاروں بچے اعلیٰ مغربی تعلیم
حاصل کر رہے ہیں۔ امی کو اپنے والد سے سخت گلہ تھا
کہ وہ مغربی تعلیم کے سخت مخالف تھے۔ وہ چھوٹے نانا
کی بیٹیوں کے ساتھ انگریزی اسکول جا رہی تھیں مگر
بڑے نانا نے انکو وہاں سے نکال دیا اور اپنے سب
بچوں کو صرف دیسی مدارس میں تعلیم دلانا شروع کردی

اس کے بعد میں نے آہستہ آہستہ ایک
عجیب وغریب بات نوٹس کرنا شروع کردی کہ چھوٹے نانا
تقریباً ہر روز بڑے نانا سے ملنے آتے تھے مگر انکی
اولاد کبھی ایکمرتبہ کے لئے بھی بڑے نانا اور انکی اولاد
سے ملنے نہیں آئی۔ چھوٹے نانا کو اپنی اولاد پر بہت
فخر تھا۔ انکی بیوی کا بہت جلد ان کی جوانی میں ہی انتقال
ہو گیا تھا۔ کبھی کبھی مجھ سے کہتے تھے کہ میں نے دوسری شادی
صرف اس لئے نہیں کی کہ ان سب کو اعلیٰ تعلیم دے سکوں اور
اس کے لئے اپنی زندگی وقف کردی۔
اس کوشش میں چھوٹے نانا کو بہت کامیابی

ملی۔ سب سے بڑے بیٹے ڈاکٹری کی ام-بی بی اس ڈگری
حیدرآباد سے فرسٹ کلاس میں حاصل کرنے کے بعد لندن
اسکالرشپ پر گئے اور وہاں سے اعلیٰ ترین ڈگریاں
ام آر سی پی اور الف آر سی ایس دونوں اعلیٰ ترین درجہ
میں حاصل کیں۔ چھوٹے بیٹے ابوالخیر مشہور وکیل بننے
کے بعد سیاست میں گئے اور حیدرآباد کے بے مثال لیڈر
اور اتحاد المسلمین کے بانی بہادر یار جنگ جو بعد میں اپنا
خطاب نظام کو واپس کرکے صرف بہادر خان بن گئے تھے
اُنکے شاگرد ہو گئے۔ بہادر یار جنگ کے بارے میں
کہا جاتا ہے کہ شاید وہ قائد اعظم جناح کے اکیلے دوست تھے
وہ لاثانی خطاب تھے۔ لاہور میں انکی تقریر پر ساری
عورتوں نے پاکستان تحریک کے لئے اپنے سارے زیور
اُتار کر دے دئیے۔ کشمیر بھی گئے تھے جہاں ڈوگرا
ہندو حکمران نے اُنکو کچھ عرصہ کے لئے جیل میں قید کر دیا تھا
کہا جاتا ہے کہ نظام حیدرآباد اُنکی مقبولیت اور جنگ
کا خطاب لوٹانے پر اتنے ناراض ہوئے کہ انکو
کھانے میں ملاکر زہر دے دیا گیا اور وہ اچانک
انتقال کر گئے۔ اسکے بعد قاسم رضوی اتحاد المسلمین
کے صدر بنے اور ابوالخیر اسکے سیکریٹری جنرل بن گئے

ہندوستان سے حیدرآباد کی جدوجہد میں
ابوالخیر رضاکار تنظیم کے بانی بنے۔ ایک آسٹریلین
سڈنی کاٹن اُس زمانہ میں کراچی اور حیدرآباد دکن
کے درمیان ایک پرانے ڈکوٹا طیارہ میں حیدرآباد
کی فوج کو اسلحہ فراہم کر رہا تھا۔ اُس کے ہوائی جہاز
میں اتحاد المسلمین کے ممبروں کی قیادت کرتے
ہوئے ابوالخیر نے قائد اعظم سے ملاقات کا شرف
بھی حاصل کیا۔

چھوٹے نانا کی بڑی لڑکی حیدرآباد کی
پہلی مسلم خاتون بنیں جنہوں نے امپیریل کالج
لندن سے سائنس میں پی ایچ ڈی کیا اور عثمانیہ
یونیورسٹی کی گرلس کالج کی ریڈر بنیں۔ چھوٹی
لڑکی بھی ایم ایڈ کی ڈگری لینے کے بعد حیدرآباد گرلس
اسکول کی ہیڈ مسٹرس ہو گئیں۔

اسکے برخلاف بڑے نانا کی اولاد مغربی تعلیم
میں تقریباً غیر تعلیم یافتہ اور اسکی وجہ سے ناکام
زمانہ رہی۔

چھوٹے نانا کی پیدائش لکھنؤ کے مضافات
کی جگہ کاکوری میں ۱۸۹۱ء میں ہوئی۔ انکے والد

جناب تصدق حسین صاحب کاکوری کے پڑھے لکھے کھاتے پیتے آدمیوں میں شمار ہوتا تھا جو مولوی عبدل حلیم شرر کے والد حکیم تفضل حسین کے چچیرے بھائی تھے۔
شرر کو اردو زبان میں کون نہیں جانتا۔ شاعری کے علاوہ انہوں نے اردو میں ۱۰۲ کتابیں، ان گنت مضامین اسلام کی عظمت، بہادری اور فراخدلی پر اور کئی ڈرامے لکھے۔ انکا شمار اردو کے مسلّم نثرنگار اساتذہ میں ہے۔ انکی کتاب "گزشتہ لکھنؤ" لاجواب ہے۔ ایک جریدہ "دلگداز" بھی نکالتے تھے۔ بعد میں انہوں نے حیدرآباد دکن نقل مکان کر لیا تھا چھوٹے نانا اکثر شرر کا ذکر کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ میرے بچپن کے ساتھی ہیں۔

چھوٹے نانا کی والدہ حیدرآباد سندھ کی تھیں تقریباً سات سال کے تھے جب کم عمری میں انکے والد والدہ کا تقریباً بیک وقت انتقال ہو گیا بڑے بھائی تجمل حسین ان سے تقریباً ۱۱ سال بڑے تھے۔ ان کی تعلیم مکمل ہو گئی تھی اور ۱۸۵۷ء کے بعد حکومت برطانیہ کی طرف سخت نفرت

کی وجہ وہ نظام حیدر آباد دکن جو مسلمانوں کی واحد ہندستان
میں بڑی ریاست تھی وہاں جاکر بس گئے تھے۔

یتیم ہو جانے کے بعد کچھ دن انکی والدہ خورشیدن کے
بھائی خورشید نے چھوٹے نانا کی دیکھ بھال کی مگر خورشید کے
انتقال کے بعد انکا کاکوری میں رہنا ناممکن ہو گیا
بالآخر ۱۸ سال کی عمر میں چھوٹے نانا نے بھی حیدر آباد
دکن کا رُخ کیا۔ انکے بڑے بھائی تجمل حسین نے
جو حیدر آباد میں جم چلے تھے اپنی بیوی کی بھتیجی
عقیل النساء بیگم سے شادی کرا دی۔ عقیل النساء کے والد
میر طالب الحق حیدر آباد کے مالدار اشخاص میں سے تھے
تعجب کی بات یہ ہے کہ اپنی یتیمی کے باوجود
چھوٹے نانا نے نہ صرف اردو فارسی میں بلکہ انگریزی
میں بھی مہارت حاصل کر لی۔ اتنی زیادہ کہ ایسا
دیوان مرتب کر سکے۔ کبھی کبھی یہ بات معجزہ سے
کم نہیں لگتی ہے۔ اردو فارسی کے علاوہ انکو انگریزی
سے بھی بے پناہ لگاؤ تھا خصوصاً برنارڈ شا کے تو وہ
مرید تھے۔ شیکسپیر کے ڈرامے بھی جانتے تھے۔ کہتے
کہتے تھے کہ "برنارڈ شا بہت بڑا تمثیل نگار (ڈرامسٹ)
ہے مگر شیکسپیر کے کندھوں پر کھڑا ہے"۔
خلافت کے لیڈر مولانا محمد علی جوہر کے انگریزی

ہفتہ وار رسالہ اسپکٹیٹر (Spectator) کو ہر ہفتہ بڑے غور
وخوض سے پڑھتے تھے۔

حیدرآباد کی ان دنوں کی پُرآشوب سیاست
میں جب ان کے چھوٹے بیٹے الوالخیر اپنے لیڈر قاسم
رضوی کے ساتھ ایک آزاد اسلامی مملکت حیدرآباد
کی ناکام کوشش کر رہے تھے تو بار بار مجھ سے کہا کرتے
تھے "دادا بابا یہ ساتویں روٹی ہے اللہ خیر کرے"
یہ ایک بزرگ فقیر کا قصہ تھا جنہوں نے حیدرآباد کے بانی
پہلے نظام کو سوکھی روٹیاں کھانے کے لیے پیش کی تھیں
اور حکم دیا کہ جتنی کھا سکتے ہو کھاؤ۔ جب نظام اوّل
سات روٹی سے زیادہ نہ کھا سکے تو بزرگ نے کہا
"جا رے کم بخت تیری حکومت صرف سات نسلوں تک
باقی رہے گی"

میر عثمان علی خان آخری ساتویں نظام حیدرآباد تھے
یہ کہہ کر چھوٹے نانا آبدیدہ ہوجاتے تھے۔
ان کے سرہانے قائداعظم محمد علی جناح کی ایک
بڑی اور خوبصورت تصویر آویزاں تھی جس کے
کونے میں ترچھے خوبصورت حرفوں میں جناح
صاحب کی دستخط تھی۔ اُس کو دیکھ کر اور

کبھی بہت اختیار روتے اور کہتے کہ ہم سب مسلمانوں
کی امیدیں صرف اس ایک شخص سے وابستہ ہیں
۱۱ ستمبر ۱۹۴۸ء کے غمناک دن پر جناح کا
انتقال ہوا اور ۱۳ ستمبر کو ہندوستانی فوجوں
نے پولیس ایکشن کے گمراہ کن نام سے حیدرآباد
پر فوجی حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ ان کے چھوٹے
بیٹے ابوالخیر کو مع اتحاد المسلمین کے لیڈروں کے
جیل میں ڈال دیا گیا۔ یہ چھوٹے نانا کے لئے بہت
پریشانی کا وقت تھا۔ ابوالخیر کی وکالت تباہ و برباد
ہو گئی۔ اُنکے ایک جونیئر وکیل اُنکی نئی موٹر کار
لے کر فرار ہو گئے۔ ابوالخیر کے منشی یعنی کلرک
نے غتربود شروع کر دی۔ ساری شاعری
اور نفاست کے باوجود نانا اتنے بھولے انسان
بھی تھے کہ آگ بگولا ہو کر انہوں نے منشی کو ایکدن
اسطرح ڈانٹا کہ مجھے یقین نہیں آیا "منشی آپ گانڈو
یا تحی ہیں۔ اپنی ہی فوج کو پلٹ کر روند رہے ہیں"
بالآخر ہزاروں حیدرآبادی مسلمانوں کے قتل
کے بعد حیدرآباد کی فوجی حکومت [illegible]

کو رہا کرنے پر مجبور ہو گئی - مسلمانوں کو رام کرنے کے لئے
قتل و غارت لوٹ دی کی تفتیش کرنے کے بہانے ایک کمیشن
سندر لال جج کے تحت بٹھایا جسکے ممبر ابوالخیر تھے
ملک منش کے واقعہ ، ابوالخیر کی جیل اور
حیدرآباد کے سقوط نے چھوٹے نانا کی
ہمت توڑ دی تھی بہت اکیلے تھے - ان کا کوئی
قریبی دوست نہ تھا - آہستہ آہستہ مجھ سے
قریب اور بہت قریب آتے آ گئے - اس حد
تک کہ میں ان کا مشیر اور دوست بن گیا
ان سارے صدموں کے بعد انکو دل کا دورہ
(ہارٹ اٹیک) بہت سخت ہوا ساتھ ہی
ساتھ میری انجینئرنگ کی تعلیم بھی مکمل ہو گئی اور
میں نے پاکستان کے لئے کمر باندھنا شروع
کی - ان کو خدا حافظ کہتے وقت ہم دونوں نے
ایک دوسرے سے نظر بچا کر جلد ہی جدائی حاصل
کر لی ، دونوں کو معلوم تھا کہ اگر ذرا بھی دیر
کرتے تو آنسوؤں کا سیلاب ہمکو ڈبو دیتا

میرے پاکستان پہنچنے کے ۳۲ سال بعد جب
میں انکی والدہ مرحومہ خورشید ن کے پیدائشی
مقام حیدرآباد سندھ میں سوئی گیس لگا رہا
تھا تو میرے سکیرٹری نے ان کے انتقال کا تار
۱۹۵۶ء میں میرے ہاتھ پکڑا دیا - پڑھ کر
میں وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گیا اور اٹھ نہ سکا
"صاحب کیا بات ہو گئی" میرا سارا اسٹاف
بھاگے بھاگے میری مدد کو آیا
میرے زبان سے صرف اتنا نکلا
"چھوڑ گئے نانا"
اسکے تقریباً ساٹھ سال جب انکے
دیوان کا قلمی نسخہ اُنکی اپنی شفاف اور
جلی خط طی میں بتوسط انکے نواسے نواسیوں
پوتے اور پوتیوں کے میرے سامنے آیا
تو میرے آنسوؤں نے اُس کو دھلانا شروع
کر دیا - قبل اس کے میں اسکو پوری طرح

برباد کر دیا، جناب خالد صاحب
حنیف ایڈیٹر راوی میگزین کی مہربانی
اور کرم فرمائی سے انکی ایک ایک نظم اردو
اور فارسی میں اردو دانوں اور اردو سے
محبت کرنے والوں کے لئے اشاعت کے
لئے حاضر ہے۔ انشاءاللہ پورا دیوان جلد طبع ہوگا
میں سمجھتا ہوں کہ اردو زبان نہ صرف پاکستان
بلکہ ہندوستان کے مسلمانوں کا بھی قومی ورثہ
ہے۔ جسطرح آج کی ہندوستانی حکومت اِس
خوبصورت زبان کا قتل کر رہی ہے
اس کے بعد صرف پاکستان ہی اردو کی آخری امید ہے
امید ہے کہ قارئین اس دیوان کی غزلیات الفاظ اور اردو کی
خوبصورتی سے فائدہ اٹھائیں گے اور اسکے
ذریعہ اللہ تعالی چھوٹے نانا کی
مغفرت کرے گا اور انکو جنت مدام عطا کرے گا
سوسٹہ غفار [illegible]

"" آؤ ""

جسم میں جان ہو اور رگِ جاں تک آؤ
ہو سکے تم سے جہاں تک بھی وہاں تک آؤ

دل ہی دل میں کوئی کب تک تمہیں یوں یاد کرے
صورت آہ کبھی دل سے زباں تک آؤ

خاطرِ عشق میں جز حسن دکھا ہی کیا ہے
تم ہی تم ہو گئے مرے دل میں جہاں تک آؤ

دیکھو کب تک رہے یہ معرکۂ قلب و جگر
وہ نگہ لیتی ہے پھر تیر و کماں تک آؤ

تم کسی شکل میں آؤ مگر آؤ تو سہی
درد ہی بن کے مرے قلبِ تپاں تک آؤ

بن گئے تم تو ابھی سے ہی دل و جانِ چمن
غنچے غنچے کی زباں پر ہے یہاں تک آؤ

میرا ذمہ جو نہ ہو بارشِ عرفاں تم پر
اک ذرا تم بھی درِ پیرِ مغاں تک آؤ

ڈھونڈتے ہو جو نشانِ منزلِ مقصد کا جنوں
چھوڑ کر حدِ حرم کوئے بتاں تک آؤ

"فروشم"

به آن شعلهٔ حسن دل دام کردم
به آتش کده یک شرر می فروشم

نه دانم کجا بودم و هم کجایم
دو عالم خیال بے خبر می فروشم

به وادی حسن تو دیوانه دارم
به هر ره گذر رهگذر می فروشم

مرا در قفس بال و پر را چه حاجت
نه این بے پری بال و پر می فروشم

ز طول شب هجر باکم نه باشد
درست است گر دیر تر می فروشم

نه دانم سرانجام این هم چه باشد
خودم را به دستش مگر می فروشم

تو این لطف قطع منازل چه دانی
به هر گام زحمت سفر می فروشم

بدین هیچ گر تو خریدار آئی
عجب نیست جان را اگر می فروشم

من آن دل که تو نیز قدرش نیرزد
به یک چشم الفت اثر می فروشم

به جان محبت که جان جنون است
به پائے حسین تو سر می فروشم